ایمان واعمال کے لیے مجاہدہ کی ضرورت

از: محمد ضمیر رشیدی
وارث پورہ، کامٹی، ناگپور

آم کی گٹھلی ہاتھوں میں لے کر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اس گٹھلی کے اندر ایک سرسبز آم کا درخت، لکڑیوں کا ذخیرہ، آم کے انبار، گھنا سایہ اور ٹھنڈی ہوا وغیرہ چھپی ہوئی ہے تو ہر شخص اس کے دعوے کی تائید کرے گا؛ کیوں کہ آم کی گٹھلی سے حاصل ہونے والے یہ سارے فائدے ہر کسی کے علم ومشاہدہ میں ہے؛ لیکن آم کی گٹھلی سے فائدہ حاصل کرنے کے امکان کو واقعہ بنانے کے لیے چند اصول وضابطہ کی رعایت کے ساتھ ایک مخصوص محنت درکار ہے جس کے بغیر یہ سارے فائدے حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ مثلاً گٹھلی کو زمین میں دبانا، کھاد پانی کا انتظام، جانوروں سے نگہداشت وغیرہ۔ اس کے برعکس اگر گٹھلی کو ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کانچ کی کسی الماری یا طغرے میں بڑے تزک واحتشام کے ساتھ سجا کر رکھ دیا جائے اور روزآنہ اس پر عطر پاشی اور اگر بتی کی دھونی دی جائے تو سالوں سال کی محنت کے باوجود بھی اس سے وہ نتیجہ یا فائدہ حاصل نہیں ہوگا جو اس سے مطلوب ومقصود ہے۔ حاصل یہ کہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ محنت صحیح انداز پر ہو۔

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ قریش کے اشراف سے (جن میں ابوطالب، عتبہ، شیبہ، ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ شریک تھے) ایک مرتبہ یوں مخاطب ہوئے: ”لوگو! میں صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر تم اسے مان لو تو تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع فرماں بردار ہوگا۔“ اس حدیث شریف میں جس کلمہ کا مطالبہ کیا گیا تھا، وہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ یہ توحید کا کلمہ ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کی غلامی کا کلمہ ہے۔ یہ تسخیرِ کائنات کا کلمہ ہے؛ چنانچہ اس کلمہ کو پڑھنے کا مطالبہ اس اعتبار سے نہیں ہے جس طرح ہم بازار میں دکانوں کے نام پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ اگر اس کو پڑھنے سے ایسا ہی مقصود ہوتا تو عرب کے مشرکین اس کلمہ کو ضرور

پڑھ لیتے: مگر وہ بھی جانتے تھے کہ من چاہی اور رب چاہی دو ضد ہیں اور دو ضد بیک وقت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا کلمہ کو پڑھنے کے بعد ہمیں من چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرنی ہوگی اور اپنی پوری زندگی کو اسلام کے قالب میں ڈھالنا ہوگا۔

تاہم یہ کلمہ ایک محنت چاہتا ہے جس کی بنا پر انسان کی زندگی میں ایمان و یقین اور نیک اعمال کی بہار آتی ہے۔ اس کلمہ کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کے بعد ایمان و اعمال کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے کے لیے جدوجہد درکار ہے۔ کسی بندہ کو ہدایت عطا کرنے کی اللہ کی سنت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی طرف رجوع کرے، اس کی بارگاہ میں گڑگڑائے، بلبلائے اور آہ وزاری کرے غرضیکہ اللہ سے ہدایت کو اس طرح طلب کرے، جیسے کوئی بھکاری بھیک مانگتا ہے، نیز اس کے راستہ کی جدوجہد اختیار کرے کہ یہی چیزیں انسان کو ہدایت و توفیق سے قریب کرنے والی ہیں۔ اکثر انسان ہدایت کے اس معاملہ میں کفر وضلالت اور گمراہی کی گھاٹیوں میں یہ سوچ کر پڑے رہ جاتے ہیں کہ جب ہدایت بھی اللہ کے ہی ہاتھوں میں ہے تو وہ ہمیں ہدایت کیوں نہیں دے دیتا۔ ٹھیک اسی طرح بعض کمزور علم و ایمان والے اہل ایمان، شیطان کے وساوس اور بہکاوے میں یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ توفیق دے گا تو عمل کریں گے۔ واضح ہونا چاہیے کہ ایمان کی ہدایت اور اعمالِ صالحہ کی توفیق صرف اسی بندہ کو ملتی ہے، جو خود اس کا طالب اور کوشاں ہو۔ یہی سنت اللہ ہے، نیز اللہ کی سنت تبدیل اور تحویل نہیں ہوتی اور اللہ بے نیاز ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کی ہے کہ جب بندہ اللہ کی طرف چلتا ہے تو اس کی رحمت بندہ کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔ گویا دیر بندہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے الطاف تو بہت عام ہیں اور کسی انسان کو غریق رحمت کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ اگرچہ دنیا میں بے شمار انسان محنت کررہے ہیں۔ تاہم یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اسی انسان کی محنت کامیاب و بامراد ہوگی جس کی محنت آں حضور ﷺ کی محنت کے اسلوب ونہج سے میل کھاجائے گی؛ چنانچہ خاتم الانبیاء ﷺ کی محنت کے اسلوب وطریقۂ کار کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ”وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں، ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔“ (سورۂ جمعہ۔ آیت نمبر۲)

اس آیت کی روشنی میں ایمان کو راسخ کرنے اور ثابت قدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس آیتِ شریفہ کا چلتا پھرتا نمونہ بن جائیں یعنی قرآن مجید کی آیتوں میں تدبر، تفکر کرنا اور اللہ کی

آیتیں کو پڑھ کر سنانا کہ یہ دعوت ہے اور دعوت کا خاصہ یقین پیدا کرنا ہے۔ دینی مجالس میں شرکت کرنا، ایمان کا مذاکرہ کرنا، اپنا تزکیہ کرنا، کتاب وحکمت سیکھنا۔ کلمۂ پاک پڑھ کر ایمان کی بار بار تجدید کرنا، ذکر وفکر کی عادت ڈالنا۔ اللہ کے اوامر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل آوری کہ اس کے ذریعے انسان ایمان کی حلاوت ولذت کو محسوس کرسکتا ہے۔ کائنات میں غور وفکر کرنا کہ یہ معرفت کی کنجی اور بہترین عبادت ہے؛ تاکہ مخلوق کے ذریعے سے اس کے خالق کو پہچانا جاسکے۔ اہلِ علم و اہلِ دل کی صحبت اختیار کرنا کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے، شیطان ونفس کے وساوس سے بچنا، شک کو یقین سے بدلنا، آخرت کا تذکرہ تاکہ اس کا استحضار نصیب ہو، وغیرہ۔ الغرض ان اسباب وعوامل اور امور کی اتنی مشق کرنا کہ دین میں کامیابی کا شرح صدر حاصل ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے لیے جدوجہد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حضرت بلال حبشی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا تو کفار ومشرکین کی جانب سے انتہائی اذیت پہنچائے جانے کے باوجود ''احد احد'' کہا کرتے تھے۔

''جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔'' (سورۂ العنکبوت:۶۹)

❁ ❁ ❁